© rasailojaraid.com

اوسلو معاہدے کے بعد

عزام تمیمی، مسلم سجاد

مسجد اقصیٰ میں سرنگ کھودنے کی اسرائیلی کارروائی اور اس پر فلسطینیوں کے ردعمل نے معاہدہ امن کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ ۱۳ ستمبر ۹۳ کو عرفات اور رابن نے صدر کلنٹن کے سامنے جس اوسلو معاہدے پر دستخط کیے تھے اس کی تیسری سالگرہ منانے کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔ جس معاہدے سے امن و خوشحالی کے نئے دور کے آغاز کی امیدیں لگائی گئی تھیں، اس نے بالکل معکوس نتائج سامنے لاکر رکھ دیے ہیں۔ اسرائیل کی ریاست کی سلامتی پہلے سے زیادہ یقینی نہیں ہوگئی ہے۔ عرفات شاید اپنے غیر مقبول ہونے کا اس سے زیادہ خوفناک تصور نہ کر سکتا تھا۔ فلسطینی عوام اسرائیل کے براہ راست قبضے کے مقابلے میں فلسطینی اتھارٹی (PNA) کے ماتحت زیادہ درماندہ ہیں اور زیادہ ظلم اور عذاب سہہ رہے ہیں۔ اسرائیل کی جیلوں میں ۴ ہزار اور فلسطینی ریاست کی جیلوں میں ایک ہزار فلسطینی جوان تعذیب کا شکار ہیں۔ علاقے میں امن کے دشمنوں سے نبٹنے کے نام پر آزادی کے بجائے ظلم و جبر کا دور جاری ہے۔

غریب اور امیر کا فرق پہلے سے زیادہ خوفناک ہوگیا ہے۔ آبادی کے بہت بڑے حصے کو دو وقت کی روٹی میسر نہیں آرہی ہے، جب کہ معاہدے کے وقت بہتر مستقبل کے وعدے کیے گئے تھے۔ مغربی کنارے، اور غزہ میں جو نیا حکمران طبقہ وجود میں آیا ہے، سیاست کے ساتھ تجارت کے ذریعے پہلے ہی سے محدود وسائل کو مزید لوٹنے میں حصہ دار بن گیا ہے۔

اوسلو معاہدے کا سب سے بڑا "کارنامہ" یہ ہے کہ تیس ہزار نفری کی پولیس فورس بنی ہے جو سات ایجنسیوں پر مشتمل ہے اور ہر ایک کے اپنی سطح کی اسرائیلی ایجنسی سے خصوصی روابط ہیں۔ پولیس یہ یقینی بناتی ہے کہ قومی تعمیر کے اس دور میں کوئی شخص نہ آزادی سے حرکت کرے، نہ بولے اور نہ سوچے!

جن لوگوں نے امن کے ہیروؤں کا شادیانے بجا کر استقبال کیا تھا انہیں بہت جلدی اس شجر خبیث کے کڑوے کسیلے پھل چکھنا پڑ گئے ہیں۔ جن کوٹھڑیوں میں اسرائیلی، انتفاضہ کے نوجوانوں کو ٹارچر کرکے شہید کر دیتے تھے، وہیں وہی کام عرفات کے آدمی کر رہے ہیں، اس لیے نہیں کہ انتفاضہ ان کے لیے چیلنج ہے، بلکہ محض اس لیے کہ وہ اسرائیل کو دکھا سکیں کہ وہ بھی یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ تاریخی معاہدے کا یہ دی تقاضا جو ٹھہرا!۔ عرفات کی پالیسی سے صرف مخالفت ختم نہیں کی جارہی ہے بلکہ اعلیٰ اقدار کا حامل وہ معاشرہ بھی تباہ و برباد ہو رہا ہے جو اسرائیل سے کشمکش کے نتیجے میں قدرتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طور پر وجود میں آگیا تھا۔

اسرائیل اور عربوں کے درمیان جو مسائل لاینحل تھے، وہ اب بھی اسی طرح ہیں اور کسی بہتری کے آثار نہیں۔ مہاجرین کا مسئلہ، بیت المقدس کی حیثیت کا مسئلہ، یہودی آبادیوں کا مسئلہ، فلسطین کی خود مختاری کا مسئلہ۔ ۵۰ لاکھ سے زیادہ فلسطینی دربدر ہیں۔ بیت المقدس ملنے کا سوال ہی نہیں ہے، بہت سے شہر سے باہر جھنڈا لگانے کی اجازت مل سکتی ہے۔

نیتن یاہو نے اقتدار سنبھالتے ہی یہودی آباد کاری پر سے پابندی اٹھا دی، اب ان میں سے بعض میں دس گنا تک اضافہ ہو رہا ہے۔ ساتھ ہی الخلیل میں چند آباد کاروں کے ہاتھوں میں، ایک لاکھ فلسطینی یرغمال ہیں۔

جو علاقے فلسطینیوں کو دیے گیے ہیں وہاں وہ قصبات میں سکول چلا سکتے ہیں، ڈاک کے ٹکٹ جاری کر سکتے ہیں، لیکن اقتدار اعلیٰ صرف اور صرف اسرائیل کا ہے۔ شاہراہوں پر ان کا عمل دخل نہیں۔ مغربی کنارے اور غزہ کے پورے علاقے میں کوئی بھی عرب، حتیٰ کہ عرفات بھی اسرائیل کی اجازت کے بغیر نقل و حرکت نہیں کر سکتا۔ کوئی عمارت تعمیر کرنے کے لیے اور کنواں کھودنے تک کے لیے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔ فلسطینی پارلیمنٹ کوئی قانون منظور نہیں کر سکتی جب تک پہلے اسے اسرائیل سے منظوری نہ لے لی ہو۔ پی این اے کو صرف ظلم و تشدد کا کھلا لائسنس دیا گیا ہے۔

اس معاہدے سے کس کو کیا ملا ہے؟ سب سے زیادہ نقصان میں فلسطینی ہیں، لیکن شاید عارضی دور کے لیے۔ فلسطین کا مسئلہ حل ہونے کا ابھی دور دور تک امکان نہیں ہے، لیکن کئی مسلم اور عرب ممالک کے دروازے اسرائیل کے لیے کھل گئے ہیں۔ مقامی سطح پر اپنا نقصان اسرائیل نے علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر پیش قدمی کر کے پورا کر لیا ہے۔ قطر، اور اومان، تیونس، مراکش اور ماریطانیا سے تجارتی اور سفارتی تعلقات نے اسرائیل کے مفادات کو تقویت پہنچائی ہے جب کہ فلسطینیوں کی پوزیشن کمزور ہوئی ہے، ان کے لیے عوامی حمایت اور اس کے اظہار میں بھی واضح کمی آئی ہے۔

اس دور کا ایک نمایاں عمل اسرائیل اور ان متعدد عرب اور مسلم ممالک کی ایجنسیوں میں قریبی روابط ہیں جو اسلامی بیداری کی لہر کو اپنے تخت کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ بہرحال امریکہ اور یورپی حلیفوں کی مدد سے کامیابیوں کے باوجود، آخری نقصان اسرائیل کا ہی ہے۔ صیہونیوں کا مسلم ممالک میں کوئی دوست نہیں۔ سب ہی مسلمان ان پر نفرین بھیجتے ہیں اور اس دن کی تمنا کرتے ہیں جب وہ اپنی زنجیریں توڑ کر بیت المقدس کو آزاد کروا سکیں۔ اگر اسرائیلی قیادت دور اندیش ہوتی تو وہ مسلمانوں کے دل میں جگہ بنا سکتی تھی، لیکن اس نے کوتاہ بینی کا ثبوت دیتے ہوئے ایک ارب سے زاید مسلمانوں کی دشمنی مول لے لی ہے۔

© rasailojaraid.com